Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 4 (April-June 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

A Critical Review of Maulana Wahiduddin Khan's Tazikiri Trend in the Qur'anic Verses about 'Ilm-ul-Mukhasima

علم المخاصمہ بارے آیات قرآنیہ میں مولانا وحید الدین خان کے تذکیری رجحان کا ناقدانہ جائزہ

Mehreen
PhD Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic Gomal University, Dera Ismail Khan, KP, Pakistan,
mehreenmphil123@gmail.com

Dr. Hafiz Abdul Majeed
Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan, KP, Pakistan.
drhafizabdulmajed@gmail.com

Abstract

The term "Ilm al-Mukhasimah" refers to the discussion and debate in the Holy Quran regarding four deviant sects: Jews, Christians, polytheists, and hypocrites. This includes other false sects and religious communities that do not adhere to the concepts and beliefs outlined in the Quran. The essence of "Ilm al-Mukhasimah" includes argumentation, debate, discussion, and dialogue. It aims to confront different religions or sects. The Quran discusses the religions of these four major groups and criticizes their false beliefs, doubts, suspicions, and objections. In Maulana Wahiduddin Khan's commentary "Tazkir al-Qur'an," a critical analysis of the mention of controversial sciences in the context of "Ilm al-Mukhasimah" is presented. The commentary highlights the mention of verses from the Meccan chapters related to the subject matter of "Ilm al-Mukhasimah," emphasizing Maulana Wahiduddin Khan's clarification of the meanings by extracting the interpretive aspects. Criticism is also provided on various points of these interpretive aspects to evaluate Maulana Wahiduddin Khan's perspective, and the outcome of these discussions is articulated.

Keywords: Mawlana Wahiddudin Khan, Quran, Translation, Difference, Tafsir

تعارف:

قرآن پاک اللہ پاک کا کلام ہے اور اس کلام میں مختلف موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔اس حوالے سے اس کے عقائد کی درستگی کا بھی ذکر ہے،اس کے اعمال کو صالح بنانے کے لیے بھی احکام ہیں،اس کے معاملات کو صحیح سمت دینے کے لیے بھی قانون ہے،اس کے اخلاقیات کو سنوارنے کے لیے بھی قواعد اور ضوابط ہیں اور اگر کوئی بات حق ہے تو اظہار حق کے اس کو بھی اور اگر کوئی بات باطل ہے، جھوٹ ہے، غلط ہے، تو اس کے خلاف بولنے کے بھی اصول اور قواعد اور ضوابط ہیں۔اس حوالے سے قران کریم میں جہاں گمراہ قوموں کا یا فرقوں کا ذکر ہے، ان گمراہ اور فرقوں کی عقائد اور نظریات کی امکان کے لیے یعنی ان کو باطل قرار دینے کے لیے بھی قران کریم نے بہت سی چیزیں بیان کی ہیں،اور انہیں میں سے قران کریم کے موضوعات میں سے ایک بڑا موضوع علم مخاصمہ کا ہے کہ وہ گروہ جماعتیں یا اقوام جو اپنے نظریات افکار اور تصورات کی وجہ سے باطل ہیں، گمراہ ہے ان کے ساتھ گفتگو کیسے کی جائے گی اور ان کو راہ حق پر کیسے لایا جائے تو اس کو علم المخاصمۃ کہتے ہیں۔

مخاصمہ کا لغوی مفہوم

مخاصمہ کا لفظ عربی زبان کا ہے۔ یہ مادہ "خ ص م" سے باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔اس کا عام مفہوم بحث و مباحثہ، دشمنی کرنے والا، مخالفت کرنے والا، تنازع اور باہمی عداوت ہے۔لسان العرب میں ہے:

خصم الخصوۃ:الجدل خاصمہ خصاما و مخاصمۃ فخصمہ یخصمہ خصما غلبہ بالحجۃ،والخصوۃ الاسم من التخاصم والاختصام۔[1]

تنازعہ، خصومت، لڑائی جھگڑا کو کہتے ہیں،اس شخص نے جھگڑا کیا،اس پر دلیل و حجت سے غلبہ پایا اور خصومت، تخاصم اور اختصام سے اسم ہے جو باب تفاعل اور افتعال سے مصدر کا صیغہ بنتا ہے۔اس بنیاد پر علم المخاصمہ میں تشارک جانبین ہوتا ہے جو مباحثہ اور مناظرہ میں شریک ہوتے ہیں۔

کتاب العین میں ہے:

اختصم القَوْم وتخاصموا وخاصَمَ فلانٌ فلاناً مُخاصَمَةً وخصاماً۔[2]

CC BY

"اختصم القوم لوگوں نے باہم جھگڑا کیا اور فلاں نے فلاں سے مخاصمہ کیا یعنی باہمی مباحثہ اور مناظرہ کیا۔"

انگریزی زبان میں اس کے لیے Dialogue، عربی میں حوار اور مجادلہ و مناظرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

مخاصمہ کا اصطلاحی مفہوم:

مختلف اہل علم نے مخاصمہ کی تعریف اپنے اپنے انداز سے کی ہے

1)۔ علم المخاصمہ کی اصطلاحی تعریف میں شریف جرجانی نے کہا ہے:

هي النظر بالبصيرة من الجانبين في النسبة بين الشيئين إظهاراً للصواب۔[3]

"دو چیزوں کے درمیان نسبت کو دونوں طرف سے گہری نظر سے دیکھنا تاکہ ان دونوں میں جو درست ہے وہ ظاہر اور واضح ہو جائے"۔

2)۔ شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب الفوز الکبیر میں علم المخاصمہ کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے:

"علم المخاصمہ سے مراد قرآن کریم میں چار گمراہ فرقوں یعنی یہودیوں، عیسائیوں، مشرکین اور منافقین سے بحث و مباحثہ ہے۔ جس میں تبعاً دیگر باطل فرقے اور اہل ملل وادیان شامل ہیں جو زندگی گزارنے، کائنات اور خالق کائنات کے متعلق وہ تصور اور عقیدہ نہیں رکھتے جو قرآن مجید بیان کرتا ہے۔ بلکہ کسی نہ کسی طریقے سے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔"[4]

3)۔ افتخار احمد قاسمی نے علم المخاصمہ کی تعریف میں اصطلاحات اصول تفسیر میں لکھا ہے:

" علم المخاصمہ یا علم الجدل ایسا علم ہے جس میں مشہور چار فرقے مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین سے گفتگو کی جاتی ہے۔"[5]

مخاصمہ کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ علم المخاصمہ کے مترادفات میں سے جدل، مناظرہ، مناقشہ اور حوار ہیں۔ اس علم سے مراد تقابل ادیان یا مذاہب ہے۔ یہ قرآن پاک کے اہم موضوعات میں شامل ہے اور اس حوالے سے قرآن کریم میں چار بڑے گروہوں اور مذاہب پر بحث کی گئی ہے۔

مولانا وحید الدین خان کا تعارف

مولانا وحید الدین خان یکم جنوری 1925ء میں اعظم گڑھ (یوپی) کے ایک دور افتادہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ جب ان کی عمر چار سال کی تھی تو والد انتقال کر گئے۔ ان کی پیدائش چونکہ ایک گاؤں میں ہوئی تھی، اس لیے شخصیت اور نظریہ میں بھی وہی فطری رنگ نظر آتا ہے جو ایک گاؤں کی زندگی میں ہوتا ہے۔ جس کا اظہار وہ خود ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"میری زندگی کی ابتدائی زندگی اسی دور افتادہ گاؤں میں گزری۔ یہاں تمدن جیسی کوئی موجود نہ تھی۔ یہ گویا فطرت کی تعلیم تھی۔ اس تعلیم گاہ کے اندر میری شخصیت بنی۔ میرا ذوق ہر اعتبار سے فطری ذوق بن گیا۔"[6]

"انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں کے ایک مدرسہ میں حاصل کی۔ ان کے خاندان میں انگریزی زبان کو بہت اہمیت دی جاتی تھی لیکن مولانا نے انگریزی کی بجائے اپنی ابتدائی تعلیم مدرسے میں قرآن اور اردو کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی زبان بھی سیکھی۔

مولانا وحید الدین ہندوستان کے معروف مسلمان عالم دین ہیں۔ اپنی امن پالیسی کی بناء پر شہرت رکھتے ہیں۔ مذہبی، سماجی اور سیاسی موضوعات پر لکھتے رہتے ہیں۔ دو سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ 1976ء سے ماہنامہ "الرسالہ" تواتر کے ساتھ نکال رہے ہیں۔ وہ ایک صاحب اسلوب محرر ہیں اور تزکیہ وتذکیر کے حوالے سے اپنی بات کہنے کا انہیں غیر معمولی ملکہ حاصل ہے۔ بلاشبہ اسلوب کلام کی دنیا کا ایک انتہائی اہم معتبر نام اور فکر کی دنیا کا ایک منفرد نام مولانا وحید الدین ہے۔ مولانا ذہین آدمی ہیں، ان کا مطالعہ وسیع اور معلومات عامہ قابل رشک ہے۔ انہیں ایضاح مدعا اور تفہیم مراد کا خاص ملکہ حاصل ہے۔ مولانا کی ایک خاص بات ان کے قلم کی ساحری ہے۔ ان کا عصری اسلوب مطالعہ کرنے والے کو مدہوش کر دیتا ہے۔ واقعات مثالوں اور حوالوں کے بکثرت استعمال سے وہ اپنی بات پیش کرنے کی مہارت رکھتے ہیں۔ روزمرہ کے معمولی واقعات سے نتائج اخذ کرنے میں بھی انہیں کمال مہارت حاصل ہے۔ ان کی تحریروں میں عام طور پر غیر مسلموں کی تعریف اور مسلمانوں پر تنقید ملے گی۔ ان کی تحریروں میں ایک بڑا ستم یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حساس موضوعات پر جہاں ایک مسلمان کو واضح مؤقف اپنانا چاہیے۔ وہاں بھی ان کی تحریر میں وہ لوگ مؤقف نہیں ملے گا"۔[7]

ان کے قارئین کا حلقہ پوری دنیا میں موجود ہے۔ عام قارئین کے لیے ان کی تحریریں بڑی متاثر کن ہوتی ہیں۔ لوگوں کو ان کی تحریروں کا انتظار رہتا ہے اور ہزاروں افراد نہ صرف یہ کہ ان کے مشن سے وابستہ ہیں بلکہ کسی بھی معاملے میں انہیں جو ہدایات مولانا کی طرف سے ملتی ہیں وہ دل و جان سے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ان کی جو پذیرائی مغربی ممالک میں ہو رہی ہے اس کا اندازہ انہی حضرات کو ہو سکتا ہے جو ان کے شمارے "الرسالہ" کے مستقل قاری ہیں۔ ان کی شخصیت جیسا کہ روز اول سے ہوتا چلا آیا ہے موضوع سخن رہی ہے، اب بھی ہے اور جب وہ دنیا میں نہیں ہو، اس وقت بھی اپنے نقاد اور مداحوں کے درمیان گری رہے گی۔ الرسالہ میں ان کی بعض تحریریں شہ پارہ ہیں اور ہماری نئی نسل کی رہنمائی میں ہمیشہ معاون ثابت ہوتی ہیں۔

تفسیر تذکیر القرآن کا تعارف

"قرآن اگرچہ ایک اعلیٰ ترین علمی کتاب ہے، اس میں فطری حدود کے اندر علم و عقل کی پوری رعایت رکھی گئی ہے۔ مگر قرآن میں کسی بات کو ثابت کرنے کے لیے معروف علمی اور فنی انداز اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کا طریقہ یہ ہے کہ فنی آداب اور علمی تفصیلات کو چھوڑ کر اصل بات کو موثر دعوتی اسلوب میں بیان کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا مقصد علمی مطالعہ پیش کرنا نہیں۔ اس کا مقصد تذکیر و نصیحت ہے اور تذکیر و نصیحت کے لیے ہمیشہ سادہ اسلوب کارآمد ہوتا ہے نہ کہ فنی اسلوب۔

تاہم یہ ایک طالب علمانہ ضرورت ہے کہ قرآن کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک آدمی قرآن کے بیانات کی علمی تفصیلات اور اس کے فنی پہلوؤں کو جاننا چاہیے۔ایسی حالت میں یہ سوال ہے کہ قرآن کی تفسیر کے لیے کیا انداز اختیار کیا جائے۔قرآن کی تفسیر اگر اس کے اپنے سادہ دعوتی اسلوب میں کی جائے تو اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ تفسیر میں نصیحت اور تذکیر کی فضا باقی رہے گی جو قرآن کا اصل مقصود ہے۔مگر ایسی صورت میں خالص علمی تقاضوں کی رعایت نہ ہو سکے گی اور دوسری طرف اگر علمی و فنی پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مفصل تفسیر لکھی جائے تو بعض خاص طبیعتوں کو وہ پسند آسکتی ہے مگر عام لوگوں کے لیے وہ ایک خشک دستاویز بن کر رہ جائے گی۔مزید یہ کہ قرآن کے اصل مقصد تذکیر و نصیحت کو مجروح کرنے کی قیمت پر ہوگا۔اس مسئلے کا ایک سادہ حل یہ ہے کہ تفسیر اور معلومات کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے قرآن کے ساتھ جو تفسیر شائع کی جائے وہ خود تو نصیحت اور تذکیر کے انداز میں ہو۔اس کے بعد اس سے الگ ایک مستقل کتاب قاموس القرآن یا قرآنی انسائیکلوپیڈیا کے طور پر مرتب کر کے شائع کی جائے۔اس دوسری کتاب میں وہ تمام فنی بحثیں اور علمی اور تاریخی معلومات ہوں جو قرآنی حوالوں کو تفصیلی انداز میں سمجھنے کے لیے ضروری ہیں"۔[8]

"تذکیر القرآن اسی نہج پر قرآن کی ایک خدمت ہے تذکیر القرآن کو ہم نے اصل مطالب کی یاد دہانی تک محدود رکھا ہے۔تفسیر تذکیر القرآن اردو میں لکھی جانے والی مختصر ترین تفسیر ہے یہ تفسیر دو جلدوں پر محیط ہے، بلکہ اب ایک جلد پر بھی محیط ہے جس سے بآسانی زیر مطالعہ لائی جاسکتی ہے۔اس کو پڑھنے والا قاری اپنے آپ کو اللہ کی محبت میں ڈوبا ہوا محسوس کرتا ہے۔اس تفسیر میں واعظانہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔کیونکہ مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کا مقصد علمی مطالعہ پیش کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد تذکیر اور نصیحت ہے۔

مولانا وحید الدین کی اس تفسیر میں یہی تذکیر و نصیحت کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ان کے بقول اگر تفسیر میں بہت زیادہ تفصیلات کو شامل کر دیا جائے تو قرآن کی جو دعوت ہے یعنی اصلاح انسانیت اور تذکیر انسانیت یہ مقصد فوت ہو جائے ان امور کے پیش نظر مولانا صاحب نے اپنی تفسیر کا نام "تذکیر القرآن" منتخب کیا ہے اور تفسیر میں تذکیر پر بہت زور دیا ہے، ہر پیرائے میں یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کا مقصد تذکیر انسانیت ہے"۔[9]

"تذکیر القرآن میں یہ حکمت ملحوظ رکھی گئی ہے کہ ہر جزء میں ایک پوری بات آجائے۔آدمی اگر ایک صفحہ پڑھے تب بھی قرآنی نصیحت کا کوئی حصہ اسے مل جائے اور زیادہ صفات پڑھے تب بھی۔تذکیر القرآن میں ترجمہ کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے وہ نہ پوری طرح لفظی ہے اور نہ پوری طرح بامحاورہ۔بلکہ درمیان کی ایک صورت اختیار کی گئی ہے دونوں ہی انداز کہ اپنے فائدے ہیں اور درمیانی انداز اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ دونوں پہلو کی رعایت شامل رہے۔تفسیر میں عام طور پر تفصیل سے پرہیز کیا گیا ہے، زیادہ تر جو چیز پیش نظر رکھی گئی ہے، وہ یہ کہ قرآن کی فطری سادگی اس کی تفسیر میں باقی رہے۔قرآن ایک طرف خدا کے جلال کا اظہار ہے اور دوسری طرف وہ انسان کی عبدیت کا آئینہ ہے۔تفسیر میں بس انہیں اصل پہلوؤں کو غیر فنی انداز میں نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔تذکیر القرآن کا خاص مقصد قرآن کی یاد دہانی ہے۔قرآن کی اصل حیثیت یہ ہے کہ وہ نصیحت ہے۔تذکیر القرآن کی ترتیب میں سب سے زیادہ اسی پہلو کا لحاظ کیا گیا ہے، کہ وہ پڑھنے والے کے لیے نصیحت بن سکے"۔[10]

علم الخاصمہ پر مبنی آیات کی تفسیر میں مفسر کا تذکیری رجحان

اس عنوان میں مکی سورتوں پر مبنی آیات میں علم الخاصمہ کا تذکیری اور ناقدانہ جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

1)۔سورۃ الانعام کی کئی آیات علم الخاصمہ کے علم پر مشتمل ہے۔اس میں سرکش اقوام کی سرکشی سے متعلق بیان ہوا ہے۔کہ کیسے انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی، اس کی نعمتوں اور آیات کو جھٹلایا جس کے بدلے انہیں اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزاؤں کا مزہ چکھنا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی سزاؤں میں گھیرے رکھا۔سورۃ الانعام کی اس آیت میں علم الخاصمہ کے موضوع سے متعلق بیان ہوا ہے:

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ۔[11]

"اور بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی"۔

مولانا وحید الدین خان نے ان آیات کے حوالے سے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

"مکہ کے لوگ کہتے تھے کہ پیغمبر اگر خدا کی طرف سے اس کے پیغام بری کے لیے مقرر ہوا ہے تو اس کے ساتھ خدا کے فرشتے کیوں نہیں، جو اس کی تصدیق کریں۔اس قسم کی باتیں اس لیے کہتا ہے کہ وہ دعوت کے معاملہ میں سنجیدہ نہیں ہوتا۔اگر وہ سنجیدہ ہو تو اس کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ یہ دنیا امتحان کی دنیا ہے۔امتحان اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ غیبی حقیقتوں پر پردہ پڑا ہوا ہو۔اگر غیبی حقیقتیں کھل جائیں اور خدا اور اس کے فرشتے سامنے آجائیں تو پھر پیغمبری اور دعوت رسانی کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔کیونکہ اس کے بعد کسی کو یہ جرات ہی نہ ہوگی کہ وہ حقائق کا انکار کر سکے۔" [12]

مکہ کے مشرکین آپ کی نبوت کے انکاری تھے۔وہ نہیں مانتے تھے کہ اللہ کا رسول ایک معمولی انسان ہو سکتا ہے جو معمولی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔اور وہ ہماری نجات کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔انہیں اللہ تعالیٰ کے اس انتخاب پر کافی اعتراضات تھے۔ اس لیے وہ پیغمبر کی دعوت حق کو سنجیدہ نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ اللہ کا رسول ہے تو اس بات کی تصدیق کے لیے اللہ کے فرشتے کیوں نہیں اترتے۔کیونکہ ان کا ماننا تھا کہ پیغمبری کا مقام کسی انسان کو نہیں بلکہ فرشتوں کو ملنا چاہیے تھا۔وہ اس طرح کے بے تکی باتوں سے اللہ کے پیغمبر کو جھٹلاتے تھے۔حالانکہ اگر وہ سنجیدگی سے اس تمام واقعہ پر غور و فکر کرتے تو اس میں ان کے لیے ہی ایک بہت بڑی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے ان میں سے اپنا رسول منتخب کیا۔جن کو یہ سب پہلے سے جانتے تھے۔اس کے کردار و اخلاق کے سب گواہ تھے اور اس کی زبان کو سمجھتے تھے۔جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو ان کے سامنے سناتا تھا اور دعوت حق کی تعلیم دیتا تھا۔لیکن یہ سرکش لوگ پھر بھی اس کا انکار کرتے اور ان کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔حالانکہ وہ خود سے کوئی بات نہیں بولتا، بلکہ وہ تو وہی پیغام پہنچا رہا ہے جو اللہ کے حکم سے فرشتہ کے ذریعہ اسے وحی کی جاتی تھی۔

CC BY

لیکن یہ لوگ پھر بھی اس سب سے کوئی عبرت نہیں حاصل کر رہے تھے۔ وہ لوگ جس چیز کا مطالبہ کر رہے تھے اگر ویسا ہو جائے تو پھر پیغمبر اور اس کی دعوت پر کوئی سوال ہی نہیں اٹھائے گا۔ اگر یہ سب غیب کی حقیقتیں ان کے سامنے آشکارہ ہو جائیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ابھی تک پردہ رکھا ہوا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان کے سامنے آجائیں گے پھر تو یہ آخری فیصلہ کا دن ہو گا۔ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہے۔ اس لیے ایسے مطالبات سے پرہیز کرو اور پیغمبر کی دعوت حق کو سچ مانو اور سنو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ تمھارے لیے اسی میں بہتری ہے کہ تم سب اسی سے نصیحت حاصل کرو۔

2)۔ سورۃ انعام کے ہی اگلی آیت میں تذکرہ کیا ہے:

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ۔ [13]

" اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے بیشک ظالم فلاح نہ پائیں گے"۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا وحید الدین اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس قدر کھلا ہونے کے باوجود انسان کیوں حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس کی وجہ وقتی نقصان کا اندیشہ ہے۔ حقیقت کو جاننا ہمیشہ اس قیمت پر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بڑائی کے مقام سے اتارے۔ وہ تقلیدی ڈھانچہ سے باہر آئے۔ وہ ملے ہوئے کاغذوں کو ترک کرے۔ آدمی یہ قربانی دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ حق کو بھی قبول نہیں کرتا۔ یعنی وہ وقتی فائدے کی خاطر اپنے آپ کو ابدی گھاٹے میں ڈال دیتا ہے۔"[14]

ان واقعات سے ہمیں عبرت اور نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ کیونکہ موجودہ زندگی میں آدمی کے پاس وقت ہے اور آزادی کا موقع بھی کہ وہ آزادی سے فیصلہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کو سدھار لیں اور ان ماضی کے قصص سے تذکیر لیں۔ لیکن موجودہ زندگی میں اکثر لوگ تعصب کا ذہن لے کر بات سنتے ہیں۔ پچھلی قوموں کی طرح ان کا حال بھی ویسے ہی ہو گا کیونکہ انہوں نے بھی اپنے کان بند کیے ہوئے تھے، ان کے دلوں پر پردے پڑے ہوئے تھے، وہ سن کر بھی سنتے نہ تھے کوئی بھی نصیحت اور بتانے کے بعد بھی نہیں سمجھتے تھے۔ تمام داعی دلائل اور اپنی ساری وضاحت سے بھی ان کو مطمئن کرنے میں ناکام رہیں۔ کیونکہ وہ جو کچھ سنتے ہیں مجادلہ کے ذہن سے یعنی لڑائی جھگڑے کا سوچ کر سنتے ہیں نہ کہ نصیحت کے ذہن سے۔ ان کے اندر بات کو سننے اور سمجھنے کا پہلے سے کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ مفسر لکھتے ہیں کہ یہی حال آج کل کے لوگوں کا بھی ہے، وہ بھی ماضی سے سبق نہیں لیتے، تو ان سب کا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو ماضی کے اقوام کا ہوا تھا۔

3)۔ سورت یونس کی میں بھی علم المخاصمۃ کے علم کا ذکر ملتا ہے:

اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنۡہُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَہُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؔ۔ [15]

"کیا لوگوں کو اس کا اچنبھا ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سناؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفسر نے لکھا ہے:

"ظاہر پرست انسان ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ انسان کی ترقی اور عزت اس شخص کی ہے جس کے پاس دنیا کا اقتدار ہے۔ دنیا کی مال و دولت کا مالک ہے۔ پیغمبر اپنی دعوت کے ذریعہ انہیں بتاتا ہے کہ یہ سراسر تم لوگوں کا وہم اور دھوکہ ہے۔ عزت اور ترقی تو عارضی زندگی میں لوگوں کے درمیان ملتی ہے۔ مگر اصل عزت و ترقی وہی ہے جو مستقل زندگی میں خدا کے ہاں حاصل ہو۔"[16]

اس میں بتایا گیا ہے کہ پیغمبر نے اپنی دعوت کے ذریعے لوگوں کو خبردار کیا آگاہ کیا، کہ اس دنیا میں جو تم لوگوں کی ترقی اور عزت کا معیار ہے وہ سراسر غلط ہے اور تم لوگ دھوکے میں ہو۔ کیونکہ اللہ کا معیار تم لوگوں سے مختلف ہے۔ اللہ کے قریب تم میں سے محبوب ترین بندہ وہ ہے، جو ان کی اطاعت کرے ان کی عبادات تعلیمات کو مانے ان کے پیغمبر کی عزت کرے ان کے پیغمبر کی دعوت کو قبول کرے۔

یہ دنیا کے مال و دولت شان و شوکت اور امارات جو ہے یہ عارضی ہیں اور عارضی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو جائیں گی۔ ہمارا مقصد دائمی زندگی کو حاصل کرنا اور آخرت کو سنوارنا ہے اس لیے ہمیں ان دائمی آسروں کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔ اللہ کی عبادات ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے نیک اعمال کرنے چاہیے اور ان کے حکم کی پیروی کرنی چاہیے۔

4)۔ سورہ یوسف میں ہے:

اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَلٰـکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔ [17]

"اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری حکم نہیں مگر اللہ کا اس نے فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا وحید الدین خان نے لکھا ہے:

"درخت، پتھر، ستارے یا ارواح وغیرہ کو پوجتے ہیں۔ اس کا راز یہ ہے کہ بطور خود ان کو مشکل کشاء اور حاجت روا جیسے القاب دیتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ واقعۃً ہماری نجات کا ذریعہ ہیں۔ اس دنیا میں۔ حالانکہ یہ سب انسان کے اپنے بنائے ہوئے اسم ہیں۔"[18]

جن کا خود کوئی وجود نہیں، نہ ہی وہ کوئی طاقت رکھنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ ایسے شرک سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لوگ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں۔ اور اپنے لیے خود سزاؤں کو تجویز کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی کوئی نصیحت نہیں لیتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر ثبت کر دی ہیں۔

5)۔ سورہ یوسف میں ہے:

قُلۡ ہٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ ؔ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ ؕ وَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ۔ [19]

CC BY

"تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں اور اللہ کو پاکی ہے اور میں شریک کرنے والا نہیں"۔

مولانا وحید الدین خان نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

"پیغمبر کا کام ایک اللہ کی طرف بلانا ہے۔ یہی اس کا مشن ہے۔ اس مشن کو اس نے بصیرت کے طور پر اختیار کیا ہے، نہ کہ تقلید کے طور پر۔ گویا پیغمبرانہ دعوت وہ دعوت ہے جو انسان کو ایک خدا سے جوڑنے کی دعوت ہو اور جس کی صداقت داعی کے اوپر اتنی کھل کر چکی ہو کہ وہ اس کے لیے بصیرت اور معرفت بن جائے۔ اسی طرح پیغمبر کے پیرو وہ لوگ ہیں جو حق کو بصیرت کی سطح پر پائیں اور توحید کی سطح پر اس کا اعلان کریں"۔[20]

تمام پیغمبران کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ذمہ داری سونپی تھیں۔ دعوت حق دینا یعنی اللہ تعالیٰ کی تعلیم لوگوں تک پہنچانا اور لوگوں کو اپنے اخلاق کے ذریعے متاثر کرنا کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کا پیغام پہنچ سکے اور وہ اللہ کے دین کی طرف رجوع کر لیں۔ یہی ان کا مشن تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے انتخاب کے لیے تمام داعیوں کو منتخب کیا تھا۔

یہ پیغمبر اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے تھے بلکہ ان کو جو وحی کی جاتی تھی وہی لوگوں تک تعلیمات پہنچاتے تھے۔ یہ لوگ پوری صداقت کے ساتھ پورے دلائل اور ثبوت کے ساتھ دعوت حق لوگوں کے سامنے اعلان کرتے تھے۔ اس لیے ان دعوت حق کے اعلان کو وہی لوگ سمجھ سکتے تھے جو حق کو بصیرت کی سطح پر پائیں اور توحید کے سطح پر اس کا اعلان کرے، یعنی جو اس حق کو پہچاننے والے ہیں، جو اللہ کی معرفت کو پہچاننے والے ہیں، وہی اس دعوت حق کو پہچان سکتے ہیں اور جنہوں نے اپنی انکھیں بند کر لی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا ہے اور ان سے پیٹھ موڑ لی ہے، ان کو اللہ نے یہ توفیق ہی نہیں دی کہ وہ اس حق کو پہچان سکے، اور ہدایت یافتہ ہو سکیں۔

6)۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا۔[21]

"قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر عذاب کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے"۔

یہ کون لوگ ہیں۔؟ مفسر نے ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: "یہ تاریخ دراصل خدا کے ایک قانون کا ظہور ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ آسمانی کتاب کی حامل قوم اگر کتاب الٰہی کو حقوق ادا کرلے تو اس کو (آخرت کی کامیابی کے علاوہ) دنیا میں سرفرازی دی جائے اور اگر وہ کتاب کے حقوق ادا نہ کرے تو اس کو دنیا کی جابر قوموں کے حوالے کر دیا جائے جو اس کو اپنے ظلم واستعلال کا نشانہ بنائیں۔ یہ گویا ایک علامت ہے جو اسی دنیا میں بتا دیتی ہے کہ خدا اس قوم سے خوش ہے یا ناخوش۔"[22]

ان آیات میں آپ ﷺ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جب آپ ﷺ کو اللہ کی نشانیاں دکھانے کے لیے مکہ سے بیت المقدس لے جایا گیا۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کیے ان کو بھی مفسر نے کافی تفصیل و وضاحت سے نہایت سادہ زبان اسلوب میں بیان کیا ہے۔ اس قانون الٰہی کی وجہ سے یہود پر جو نصیحت کے لیے واقعات رونما ہوئے اور ہر بار یہودیوں نے اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے نصیحت کو ماننے سے انکار کیا۔ یہود کو زبردست دنیوی نقصانات ہوئے اور یروشلم میں یہود کے عبادت خانے کو مکمل طور پر ڈھا دیا جو یہود کی عظمت کا آخری نشان تھا، اور دوسری نصیحت جس کی کھلے عام نافرمانی کی گئی اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سے انکار کیا کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ظالم فرعون سے نجات دی اور حضرت کے بعد ان کو فلسطین پر قابض کیا۔ مگر بعد کے یہودیوں کے اندر بگاڑ آ گیا اور مشرکوں سے متاثر ہو کر خود ان کے اعمال سے مبتلا ہو گئے اور اس کے نتیجے میں وہ آپس میں اختلاف کا شکار ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ یہ سب اللہ کی نافرمانی اور نصیحت سے انکار کے نتیجہ میں انہیں یہ سزا ملی ہے۔

7)۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔[23]

"یا تمہارے رب نے تم کو بیٹے چن دیئے اور اپنے لیے فرشتوں سے بیٹیاں بنائیں بیشک تم بڑا بول بولتے ہو۔ اور بیشک ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان فرمایا کہ وہ سمجھیں اور اس سے انھیں نہیں بڑھتی مگر نفرت"۔

مفسر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں دلائل کا زور اتنا زیادہ تھا کہ عرب کے عام لوگ اس سے مرعوب ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر وہاں کے سرداروں کو خطرہ محسوس ہوا کہ اگر ان لوگوں نے بڑی تعداد میں نئے دین کو قبول کر لیا تو ہماری سرداری ختم ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا اس شخص کے کلام میں تم جو زور دیکھ رہے ہو وہ دراصل ساحرانہ کلام کا زور ہے۔"[24]

پیغمبران دین نے جب بھی دعوت دی تو پوری دلائل وثبوت کے ساتھ دی۔ تاکہ اہل عرب پورے دلیل کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ یہ جوش دیکھ کر اہل عرب کے امراؤ روساء کو اپنے عہدوں کی اور سرداری کی فکر ہونے لگی کہ اگر یہ لوگ اسی تیزی سے اسلام قبول کرنے لگے تو ان کی سرداری اور رعب ودبدبہ ختم ہو جائے گی۔ اس لیے انہوں نے پیغمبر حق کے خلاف سازشیں شروع کر دیں تاکہ لوگوں میں اشتعال پیدا ہو جائے۔ وہ ان میں نفرت کا جذبہ ابھارنے لگے۔ اس لیے ان کے دعوت وکلام کو جادو وسحر کا رنگ دینا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کلام میں جو لوگ سچائی دیکھ رہے تھے۔ ان سرداران نے لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ جادو ہے جو یہ خود سے بول رہے ہیں۔ اس طرح کی باتیں کر کے وہ ان معصوم لوگوں کو دین اسلام سے دور کر رہے تھے کیونکہ یہ سرداران دعوت حق کے مقصد وبنیاد کو نہیں، بلکہ انہی حیثیت کے اعتبار سے دیکھ رہے تھے اور یہ لوگ کبھی صداقت وسچائی کو پہچاننے میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ اس لیے انہیں ان سب سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ جو لوگ خدا کے داعی سے اکثر اپنے تجویز کردہ معجزہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سنجیدگی سے غور وفکر کریں اپنے ذہنوں کو کھول کر دیکھیں تو داعی کی خصوصی نفرت کی شکل میں وہ معجزہ انہیں دکھایا جا چکا ہے۔ جس کو وہ داعی کی سچائی کے لیے جانچنے کے لیے دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان سب واقعے سے انہیں نصیحت لینے کی ضرورت ہے۔

CC BY

8)۔ سورۃ المومنون کی آیت ہے:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ۔ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ [25]

"تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔ اب کہیں گے کہ اللہ کا تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے"۔

ان آیات کے ضمن میں مولانا وحید الدین نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

"اس عظیم اقرار کا تقاضا ہے کہ وہی ان کی سوچ بن جائے۔ خدا کا احساس ان کے اندر خوف بن کر داخل ہو جائے۔ ان کے اندر یہ مادہ پیدا ہو کہ ان کے سامنے حق آئے تو وہ فوراً اس کا اعتراف کر لیں۔ ان کی زندگی پوری کی پوری اسی میں ڈھل جائے۔ مگر یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ وہ اگرچہ عقیدہ کے طور پر خدا کو مانتے ہیں مگر ان کا عقیدہ خدا الگ رہتا ہے اور ان کی حقیقی زندگی الگ۔ خدا کا تصور انسان کو مسحور نہیں کرتا۔ البتہ دوسری چیزیں اس کی نظر میں اتنی اہم بن جاتی ہیں، جن سے وہ مسحور ہو کر رہ جائے کیسا عجیب ہے انسان کا معاملہ۔"[26]

ان میں تضاد فکر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس دور کے بیشتر لوگ اس میں مبتلا رہے ہیں۔ خواہ وہ مشرک ہوں یا غیر مشرک بظاہر خدا کو ایک ماننے والے ہوں یا کئی ماننے والے۔ بیشتر لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق ایک اللہ ہے، وہی اس کا مالک ہے، وہی اس کو چلا رہا ہے، تمام تر اختیارات اسی کو حاصل ہیں، مگر اس کو ماننے کا جو لازمی تقاضا ہے، اس کا کوئی اثر ان کی زندگیوں میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہی صورتحال آج کل بھی ہے، کہ ہم عبادات تو بظاہر کرتے ہیں، لیکن یہ سب ہمارے اعمال میں نظر نہیں آتے، نہ ہی ہمارے رویوں میں جھلکتے ہیں، نہ ہی ہماری زندگیوں میں ان عبادات سے کوئی مثبت تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ اس لیے ہمیں اپنی موجودہ زندگی پر غور و فکر کرنا چاہیے اور اپنی زندگی کو اللہ تعالی کے احکام کے مطابق گزارنی چاہیے اور انہی تعلیمات کی پیروی کرنی چاہیے، تاکہ ہم اپنے اصل منزل مقصود کو پا سکیں اور حقیقی زندگی کی طرف لوٹ جائیں۔ ہم سب مسلمانوں کا ایک ہی عقیدہ ہونا چاہیے اور رب واحد ذات پر ایمان لانا چاہیے، اسی کو یکتا ماننا چاہیے اور اس کے ربوبیت کا دل سے اعتراف کرنا چاہیے، تب ہی ہم اپنی آخرت کو سنوار سکتے ہیں اور سرخرو ہو سکتے ہیں۔

9)۔ سورہ القصص میں ہے:

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ۔ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ [27]

"اور کہتے ہیں اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اُچک لے جائیں گے کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں ہمارے پاس کی روزی لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں۔"

مولانا وحید الدین خان نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حق کے پیغام کو ماننے یا نہ ماننے کا جو اصل معیار ہے وہ یہ ہے کہ پیغام کو خود اس کے جوہر ذاتی کی بنیاد پر جانچا جائے۔ اگر وہ اپنی ذات میں برتر صداقت ہونا ثابت کر رہا ہو تو یہی کافی ہے کہ اس کو مان لیا جائے اور اس کے بعد اس کو ماننے کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔"[28]

پیغمبر کا انتخاب لوگوں کے انتخاب سے الگ ہے۔ اللہ تعالی کو پیغمبر کے مال و دولت عہدوں اور اعلی نسب سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اللہ کے ہاں پیغمبر کے انتخاب کا معیار تقویٰ اتحاد گزاری پر ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں پیغمبر میں اس کی ذات کے اعلی اخلاق دیکھنے چاہیں کہ وہ جو دعوت دے رہا ہے، وہ اس میں سچا ہے یا نہیں اگر اس کے ذات میں اعلی اخلاقیات کی صلاحیت موجود ہے، تو ہمیں آنکھ بند کر کے اس کی دعوت حق کو قبول کر لینا چاہیے اور سنجیدگی سے غور و فکر کرنا چاہیے کیونکہ پیغمبر کی بات پتھر پر لکیر کی طرح اٹل اور سچائی پر مبنی ہوتی ہے اور وہ جو دعوت دیتا ہے اس میں ہماری ہی بھلائی اور نصیحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں دعوت حق کو سنجیدہ لینا چاہیے۔ اس لیے ہمیں آنکھیں کھول کر سنجیدگی سے غور و فکر کر کے عبرت پکڑنی چاہیے۔

10)۔ سورہ طور میں ہے:

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۞۔ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ [29]

"یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں پر ہی داؤں پڑنا ہے۔ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کو پاکی ان کے شرک سے"۔

اس حوالے سے مولانا وحید الدین خان نے تفسیر تذکیر القران میں لکھا ہے:

"مدعو گروہ ہمیشہ مادہ پرستی کی سطح پر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں مدعو کو اگر یہ احساس ہو کہ داعی اس کی کوئی مادی چیز لینا چاہتا ہے، تو وہ فوراً اس کی طرف سے متوحش ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر نے ہم مخاطبین کے درمیان کسی قسم کے مادی مطالبہ کی بات کبھی نہیں آنے دیتے۔ وہ اپنے اور مخاطبین کے درمیان آخر تک بے غرضی کی فضاء باقی رکھتا ہے۔ خواہ اس کے لیے اسے یک طرفہ طور پر مادی نقصان برداشت کرنا پڑے۔"[30]

ہر زمانے میں جتنے بھی اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر مبعوث فرمائے، سب نے بے غرض ہو کر لوگوں کو دعوت حق کی طرف بلایا۔ کسی کی کوئی ذاتی خواہشات شامل نہیں ہوتی تھی۔ اگر انہیں مال و دولت یا عہدوں کا لالچ ہوتا تو کبھی بھی مخاطبین ان کی دعوت کو سنجیدگی سے نہ سنتے نہ ہی ان کی دعوت ان کے دلوں کو متاثر کر پاتی۔ پیغمبر کبھی بھی دنیاوی عیش و عشرت کے خواہش مند نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ سے ہی سادہ زندگی گزار رہے تھے۔ ان کا رجحان صرف لوگوں کو نصیحت کرنا تھی، اس لیے وہ کبھی انذار کی صورت میں انہیں دعوت حق دیتے اور کبھی مبشر بن کر انہیں اللہ کی دعوت حق سے آگاہ کرتے تھے۔ انھوں نے ساری زندگی اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں وقف کر دی تھیں، تاکہ لوگ اس سب سے عبرت پکڑیں اور اپنے رب کی طرف رجوع کر پائیں۔

علم الخاصمہ میں تذکیری رجحان کا وقوع اور اس کی نشاندہی:

مولانا وحید الدین خان نے اپنی تفسیر تذکیر القرآن میں علم المخاصمہ کا موضوع سورہ انعام (آیات نمبرز: 7تا11، 14تا17، 19تا28، 33تا35، 37، 39تا41، 46تا53، 56تا 58، 73تا94، 105تا114، 122تا124، 136تا140، 146تا150، 154تا165)، الاعراف (28تا37، 103تا178، 184تا188، 190تا206)، یونس (1تا2، 12، 15 تا22، 32تا36، 38، 44تا48، 54، 66تا69، 74تا95، 104، 109)، ہود (1تا2، 5تا8، 12تا15، 17تا20، 25تا35)، یوسف (39تا40، 102تا104، 106تا 108) ابراہیم (3، 6تا9، 18، 22، 28، 35تا36)، الحجر (6تا7، 9، 11تا15، 87تا99)، النحل (1تا3، 20تا25، 35تا37، 45تا47، 51تا60، 71تا76، 101، 103تا110، 114تا118، 123تا124)، بنی اسرائیل (4تا8، 40تا43، 45تا48، 60، 73تا77، 85تا94، 100تا103)، الکہف (4تا6، 22تا28، 56تا57)، مریم (25تا37، 42تا46، 77تا84، 88تا89، 91تا94)، طٰہٰ (1تا3، 85تا98)، الانبیاء (3، 5، 24، 26، 36تا41، 55تا68)، المومنون (23تا26، 31تا39، 84تا98)، الفرقان (4تا9، 32تا 34)، الشعراء (20تا35، 69تا74، 105تا117، 192تا203)، النمل (13تا14، 70تا73)، القصص (36تا38، 47تا57)، العنکبوت (10تا13، 64تا66)، الروم (3تا 35)، لقمان (20تا21، 32)، السجدہ (27تا30)، الفاطر (42تا44)، الصافات (35تا37)، ص (4تا8)، الزمر (8، 38تا41، 43تا48)، المومن (10تا12، 28تا29، 69تا 70)، حم السجدہ (6تا8، 26، 44، 50تا53)، الشوریٰ (13تا14، 17تا18، 47تا48)، الزخرف (15تا62، 81تا83، 86تا89)، الدخان (9تا16)، الجاثیہ (7تا11، 21تا22)، الاحقاف (1 تا11، 29تا32)، الطور (29تا34، 40تا43)، النجم (19تا30)، القمر (2تا6)، الملک (25تا27)، القیامۃ (31تا35)، النباء (1تا5) اور العبس (17) میں بیان کیا ہے، یہ سب مکی سورتیں ہیں۔ ان کی درج بالا آیات میں ایک قاری مولانا وحید الدین خان کے ہاں تذکیری رجحان کو آسان، واضح اور سادہ الفاظ میں موجود پاتا ہے۔

علم المخاصمہ پر مبنی آیات کی تفسیر میں مفسر کے تذکیری رجحان کا ناقدانہ جائزہ

مکی سورتوں کی تفسیر میں مولانا وحید الدین خان نے تفسیر کرتے ہوئے انہیں بھی تذکیر کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ حسب ذیل موضوعات کے تحت ان کے اس منفرد رجحان کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

1)۔**اسلوب بیان:** مولانا وحید الدین کی تفسیر کی تحریر میں ان کی شخصیت اور ان کا انفرادی اسلوب بیان ہر جگہ جلوہ گر نظر آتا ہے۔ ان کی عظمت کا انحصار ان کے اسلوب بیان پر ہے۔ ان کا اسلوب دور جدید کی بنیادی اسالیب میں انفرادی حیثیت رکھتا ہے اور اسلوب جدید کی تعریف پر پورا اترتا ہے۔ ادبی نقطہ نظر سے ان کے اسلوب نے اردو کو نئے پیمانے عطا کیے ہیں۔

مولانا وحید الدین نے اپنی تفسیر تذکیر القرآن میں ترجمہ کا جو اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے، وہ نہ پوری طرح لفظی اور نہ پوری طرح با محاورہ ہے، بلکہ درمیان کی ایک صورت اختیار کی گئی ہے۔ دونوں ہی انداز کے اپنے اپنے فائدے ہیں اور درمیانی انداز میں دونوں پہلوؤں کی خصوصیات ہیں اور اس بات کا پورا اہتمام و احترام کیا ہے کہ تذکیر، نصیحت اور وعظمن سادہ انداز بیان میں ہو۔

مولانا وحید الدین نے علم المخاصمہ کے تذکیری رجحان کو پیش کرتے ہوئے کافی ادبی علمی اسلوب آسان بھی اور سادہ بھی میں بیان کیا گیا ہے تاکہ قارئین علم المخاصمہ سے متعلق آیات پر مبنی تذکیری رجحان کو سمجھ کر ان واقعات سے نصیحت و عبرت حاصل کر سکیں۔ انہیں پورا احساس ہے کہ عام قاری کے لیے اسے سادہ اور آسان بنانا ہے۔

2)۔**سادگی اور سلاست:** تفسیر تذکیر القرآن میں یہ حکمت ملحوظ رکھی گئی ہے کہ ہر جزء میں ایک پوری بات آ جائے۔ آدمی اگر ایک صفحہ پڑھے تب بھی قرآنی نصیحت کا کوئی حصہ اسے مل جائے اور زیادہ صفحات پڑھے تب بھی۔ کیونکہ اس تفسیر کو مولانا صاحب نے ایسی سادگی اور سلاست سے لکھا ہے کہ اس میں تذکیری پہلو کی روانی اور سلاست ہر صفحہ میں نمایاں جھلکتی ہیں۔ مولانا وحید الدین کی تفسیر تذکیر القرآن ان تمام تفاسیر سے ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ اس تفسیر میں بعض ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو اسے پورے تفسیری ذخیرہ سے ممتاز کرتی ہیں۔ اس تفسیر کا خاص مقصد قرآن کے تذکیری پہلو کو سادگی اور سلاست سے بیان کرنا ہے۔ اس تفسیر میں اسی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے کہ یہ پڑھنے والوں کے لیے نصیحت بن سکے۔ المخاصمۃ کے علم پر مبنی آیات کو بھی مولانا صاحب نے اپنی تفسیر میں بہت سادگی سے اس کے تذکیری پہلو کو بیان کیا ہے اور تمام واقعات کو سلاست سے بیان کیا اور تذکیری پہلو نکالے۔ تفسیر میں المخاصمۃ کے علم میں تذکیری رجحان میں ایک روانی، بہاؤ اور سادگی نمایاں جھلکتی ہے۔

3)۔ **حد درجہ اختصار:** مولانا وحید الدین کی تفسیر تذکیر القرآن دعوت نقطہ نظر سے ایک مفید تفسیر ہے۔ البتہ اساتذہ و طلبہ اور اہل تحقیق کے لیے کافی و شافی نہیں ہے۔ ڈاکٹر سید شاہد علی نے اس کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ تفسیر تذکیر القرآن عام فہم، معیاری اور سلیس زبان میں انتہائی اختصار کے ساتھ لکھی گئی ایک جدید تفسیر ہے۔ جو درحقیقت غیر فنی اصولوں پر لکھی گئی ہے۔ اس تفسیر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک عام آدمی اس سے بآسانی استفادہ کر سکتا ہے۔ جب کہ اس میں علماء و خواص کے لیے زیادہ کشش کا سامان موجود نہیں ہے۔ اس تفسیر کا مقصد تذکیر و نصیحت ہے اور یہی اس کی مقبولیت کا سبب ہے۔

علم المخاصمۃ کے متعلق آیات کو بھی تفسیر میں نہایت اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن تفسیر میں تذکیری پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے۔ تمام واقعات کو اجمال و اختصار سے بیان کیا ہے کہ اس میں سے پڑھنے والوں کو عبرت و نصیحت بآسانی سمجھ آ جائے گی کہ ان ماضی کے قصص سے وہ کیسے تذکیر حاصل کر سکتے ہیں۔ کہیں واقعات میں طوالت کی ضرورت تھی لیکن تفسیر میں طویل بحث سے بچتے ہوئے وہاں بھی اختصار سے واقعات کو پیش کیا گیا۔

4)۔**ماقبل سے ربط کا اہتمام:** مولانا وحید الدین خان کی تفسیر تذکیر القرآن میں خوبصورت ربط پایا جاتا ہے۔ یہ تفسیر ایک مضمون کی شکل میں بیان کی گئی ہے۔ جسے سمجھنے میں زیادہ آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور عام آدمی بھی اس تفسیر سے استفادہ لے سکتا ہے کیونکہ یہ تفسیر تذکیر و نصیحت پر مبنی ہے۔ تو تمام لوگ اس تذکیر سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ تفسیر میں تذکیری رجحان میں بہت ربط پایا گیا ہے۔ اس لیے تو اس تفسیر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا ایک جزء کو پڑھ لے تب بھی بات سمجھ میں آ جاتی ہے اور زیادہ صفحات پڑھتے تب بھی بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اس لیے اس میں تمام واقعات میں ربط پایا جاتا ہے۔

CC BY

اسی طرح الخاصمۃ کے علم پر مبنی آیات میں جو بھی قصص اس تفسیر میں بیان ہوئے ہیں، اس میں پہلے والی آیات کا بعد والی آیات کی تفسیر میں ایک ربط پایا گیا ہے اور اگر کوئی نیا واقعہ اس علم سے متعلق بیان ہوتا ہے تو اس واقعہ کا تفسیر میں پہلے پس منظر بیان ہوتا ہے اور اکثر علم الخاصمۃ پر مبنی آیات کی تفسیر کے آغاز سے پہلے تذکیری تمہید بیان کی گئی ہیں تا کہ واقعہ کو پیش کرتے وقت ایک ربط پیدا کیا جائے۔ اس ربط سے تمام قارئین کے ذہنوں میں وہ واقعہ اچھے سے بیٹھ جائے گا اور انہیں تذکیر کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ تفسیر تذکیر القرآن میں علم الخاصمۃ پر مبنی آیات میں ماہ قبل ربط پایا جاتا ہے۔

5)۔ **سادگی، سلاست اور قریب الفہم**: علم الخاصمۃ کی آیات میں مولانا وحید الدین خان کا تذکیری رجحان، متبادر الذھن ہے اور کسی گہرے غور وخوض کا متقاضی نہیں ہے۔ اس میں حد درجہ سادگی اور سلاست ہے۔ آسان زبان اور اسلوب میں بیان کیا گیا ہے کہ عام آدمی بھی پڑھنے والا اس کی تذکیر و نصیحت سے استفادہ کر سکتا ہے۔ یہ تفسیر اختصار کے ساتھ لکھی گئی جدید تفسیر ہے۔ اس تفسیر کی ہر آیت میں تذکیری رجحان نمایاں جھلکتا ہے۔ الخاصمۃ کے علم پر مبنی آیات میں بھی مولانا وحید الدین خان نے تذکیری پہلو نکالے ہیں اور کئی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے تذکیری تمہید بھی بیان کی ہے۔ مناظر اور لڑائی کے واقعات میں بھی دعوت تذکیر کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے۔ مولانا وحید الدین کے نزدیک ان قصص میں زیادہ دعوت و تذکیر کی ضرورت ہے اور تذکیری رجحان کو آسان اور اختصار سے پیش کیا گیا ہے کہ عام قاری بھی اس کو بآسانی پڑھ کر نصیحت سے مستفید ہو سکتا ہے۔

6)۔ **مولانا کی وحید الدین خان کی انفرادیت**: مولانا وحید الدین خان نے اپنی تفسیر تذکیر القرآن میں تمام علوم پر مبنی قرآن پاک کے مضامین میں تذکیری رجحان کے پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے اور یہی تذکیری رجحان ان کی تفسیر کو باقی تفاسیر سے ممتاز کرتی ہے کیونکہ مولانا صاحب نے صرف علم تذکیر بآلاء اللہ، علم تذکیر بایام اللہ اور تذکیر بالموت و ما بعد الموت میں ہی صرف تذکیری رجحان نہیں پیش کیا بلکہ علم الخاصمۃ میں بھی کافی تذکیری پہلو نکالے ہیں، کیونکہ باقی تفاسیر میں الخاصمۃ کے علم پر مبنی آیات میں تذکیری پہلو نہیں بیان کیے گئے جبکہ تفسیر تذکیر القرآن میں الخاصمۃ کے علم پر مبنی آیات میں بھی تذکیری رجحان میں انفرادیت پائی گئی ہے اور تمام آیات میں کہیں اختصار میں تو کہیں طوالت میں تذکیری رجحان نمایاں جھلکتا ہے۔ جبکہ باقی تفاسیر میں الخاصمۃ کے علم میں تذکیری رجحان میں عدم انفرادیت دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس لیے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا وحید الدین خان کی اس بارے میں رجحان میں انفرادیت پائی گئی ہے۔

7)۔ **مفسر کا تجر علمی**: مولانا وحید الدین کی تفسیر تذکیر القرآن کی پوری تفسیر تذکیر و نصیحت پر مشتمل ہے اور یہ تذکیری رجحان مولانا صاحب نے اپنی تفسیر میں علمی مہارت و صلاحیت سے اختیار کیا ہے۔ تذکیر القرآن کی ہر آیت کی تفسیر میں تذکیری پہلو نمایاں ملتا ہے، جو قرآن کے مقصد کو پورا کرتا ہے کہ قرآن کریم لوگوں کے لیے ایک نصیحت و ہدایت کی کتاب کے طور پر نازل فرمائی گئی ہے کہ وہ قرآن کریم سے نصیحت حاصل کریں اور اپنی زندگی میں اس سے سبق آموز ہو کر اپنی آخرت کو سنوار سکیں۔ جو ہماری آخری اور دائمی منزل ہے۔ اسی نہج کو برقرار رکھتے ہوئے مولانا صاحب نے بھی یہی منہج تفسیر تذکیر القرآن کا اختیار کیا اور اسی کے نام پہ اپنی تفسیر کا نام رکھا۔ کیونکہ مولانا صاحب کے نزدیک بھی قرآن کی تفسیر کا یہی مقصد تھا کہ باقی تفصیلات کو چھوڑ کر اصل پہلو تذکیر کو ہی نمایاں کیا جائے۔ اور یہی مقصد مولانا صاحب نے تفسیر تذکیر القرآن جیسی تفسیر لکھ کر کافی حد تک پورا کر لیا اور نہایت اختصار سے آسان ادبی اسلوب کے ذریعے تذکیر کو نمایاں کیا گیا۔ یہی تذکیری رجحان الخاصمۃ کے علم میں بھی واضح ملتا ہے۔

CC BY

نتائج بحث

مقالہ میں مولانا وحید الدین کا تعارف،ان کی تفسیر تذکیر القرآن کا تعارف اور المخاصمۃ کے علم پر مبنی مکی سورتوں کی آیات کا تذکیری جائزہ تفسیر "تذکیر القرآن" سے پیش کیا گیا ہے اور مختلف سورتوں سے پندرہ آیات کا تفسیر تذکیر القرآن سے تذکیری اقتباس بیان کیا گیا ہے اور باقی مکی سورتوں کی آیات کی بھی نشاندہی کروائی گئی ہے اور پھر آخر میں المخاصمۃ کے علم پر مبنی آیات کے تذکیری رجحان کو سات اہم نکات دیں کر ناقدانہ جائزہ لکھا گیا ہے کہ کیا مولانا وحید الدین کی تفسیر تذکیر القرآن میں علم المخاصمۃپر مبنی آیات میں تذکیری رجحان ملتا ہے۔تذکیری رجحان میں کیا اسلوب و منہج بیان کیا گیا ہے اور کیا اس تذکیر میں سادگی اور سلاست کا پہلو بھی واضح ہوا ہے۔مولانا صاحب کی علم المخاصمۃ کے حوالے سے تذکیری انفرادیت ملتی ہے۔ان کی تفسیر میں اور یہ تذکیری رجحان طوالت کی صورت میں بیان ہوا ہے یا اختصار کی شکل میں پیش ہوا ہے۔ان سب کا علم المخاصمۃ کے ضمن میں تذکیری رجحان کا ناقدانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

1) الافریقی،ابن منظور،لسان العرب،(لبنان:دار صادر بیروت،س ن)ج2،ص180۔

2) الفراہیدی،الخلیل بن احمد،کتاب العین،(لبنان:دار الکتب العمیہ،1424ھ)باب الخاء،الجزاء الاول،ط،اول،ص414۔

3) دہلوی،شاہ ولی اللہ محدث،الفوز الکبیر فی اصول التفسیر،(مترجم:پروفیسر محمد رفیق چوہدری)،(لاہور:مکتبہ قرآنیہ،س ن)،ص14۔

4) بستوی،افتخار احمد قاسمی،اصطلاحات اصولِ تفسیر،(یوپی:مکتبہ ابوعبد الفتاح،2013ء)،ص23تا24۔

5) جرجانی،سید محمد شریف،التعریفات،(لبنان:دار لدیان التراث،س ن)ص298۔

6) وحید الدین خان(مدیر اعلیٰ)،ماہنامہ الرسالہ،(وحید الدین خان،الرسالہ مشن)فروری2006ء،شمارہ351،ص2سے3۔

7) ایضاً،ص6۔

8) وحید الدین خان،مولانا،تذکیر القرآن،(نئی دہلی:گڈورڈ بکس،1985ء)،ص7۔

9) وحید الدین خان،تفسیر تذکیر القرآن،ص15۔

10) ایضاً،ص16۔

11) الانعام:8

12) وحید الدین خان،تذکیر القرآن،ص308۔

13) انعام:21

14) وحید الدین خان،تذکیر القرآن،ص312۔

15) یونس:2

16) وحید الدین خان،تذکیر القرآن،ص522۔

17) یونس32تا33۔

18) وحید الدین خان،تذکیر القرآن،ص538۔

19) یونس:42تا43۔

20) وحید الدین خان،تذکیر القرآن،ص540۔

21) یوسف:40

22) وحید الدین خان،تذکیر القرآن،ص615۔

23) یوسف:103تا104۔

24) وحید الدین خان،تذکیر القرآن،ص632۔

25) یوسف:108

26) وحید الدین خان،تذکیر القرآن،ص633۔

27) بنی اسرائیل:8۔

28) وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص735تا736۔

29) بنی اسرائیل:40تا41۔

30) وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص750۔

31) بنی اسرائیل:94۔

32) وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص766۔

33) بنی اسرائیل:95

34) وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص767۔

35) مومنون:84تا85۔

36) وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص911تا912۔

37) القصص:57تا58۔

38) وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص1010۔

39) طور:42تا43۔

40) وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص1311 تا 1312۔

---

[1] الافریقی،ابن منظور،لسان العرب،(لبنان: دار صادر بیروت،س ن)ج2،ص180۔

[2] الفراہیدی،الخلیل بن احمد،کتاب العین،(لبنان: دارالکتب العمیہ،1424ھ)باب الخاء،الجزاءالاول،ط،اول،ص414۔

[3] جرجانی،سید محمد شریف،التعریفات،(لبنان: دارلدیان التراث،س ن)،ص298

[4] دہلوی،شاہ ولی اللہ محدث،الفوزالکبیر فی اصول التفسیر،(مترجم: پروفیسر محمد رفیق چوہدری)،(لاہور: مکتبہ قرآنیہ،س ن)،ص14

[5] بستوی،افتخار احمد قاسمی،اصطلاحات اصولِ تفسیر،(یوپی: مکتبہ ابوعبدالفتاح،2013ء)،ص23 ، 24

[6] وحیدالدین خان(مدیراعلیٰ)،ماہنامہ الرسالہ،(وحیدالدین خان،الرسالہ مشن)فروری2006ء،شمارہ351،ص2 ، 3

[7] وحیدالدین خان(مدیراعلیٰ)،ماہنامہ الرسالہ،(وحیدالدین خان،الرسالہ مشن)فروری2006ء،شمارہ351،ص7

[8] وحیدالدین خان،مولانا،تذکیرالقرآن،(نئی دہلی: گڈورڈ بکس،1985ء)،ص7۔

[9] ،ایضا،ص15۔

[10] وحیدالدین خان،تفسیرتذکیرالقرآن،ص16۔

[11] الانعام:8

[12] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص308۔

[13] انعام:21

[14] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص312۔

[15] یونس:2

[16] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص522۔

CC BY

[17] یوسف:40

[18] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص615۔

[19] یوسف:108

[20] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص633۔

[21] بنی اسرائیل:8۔

[22] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص735تا736۔

[23] بنی اسرائیل:40تا41۔

[24] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص750۔

[25] مومنون:84تا85۔

[26] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص911تا912۔

[27] القصص:57تا58۔

[28] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص1010۔

[29] طور:42تا43۔

[30] وحیدالدین خان،تذکیرالقرآن،ص1311تا1312۔